# میر تقی میرؔ کی صنعت گری

ڈاکٹر سہیل عباس*

**Abstract:**

The name of Mir in Urdu Poetry is a symbol of Uniqueness. He introduced many new things to present the varions types of expression. Mir uses simili and metaphor in his own way, singular as compared to others, to create beautification in his lyrics. Ghalib, being a big poet of the contemporary age, looks to pay hummage to Mir, perhaps due to his skill of using the wonderful techniques regarding ''بدائع الصنائع''. It is a skill of beautifying the words, the formation of words, the adjustment of words in poetry. Mir can be called the poineer of this field. He uses simple but sometimes complicated techniques. There is much more chance for a literary person, a student and the researcher of Urdu literature to get close to the spirit of Literature through the different techniques of Mir, In this article, the writer addresses the topic, and explains the skills used by Mir with adequate examples.

آج جب دنیا Text کو بھی برابر کی اہمیت دیتی ہے۔اور لسانیاتی حوالے سے بتاتی ہے کہ لفظ بھی کم اہم نہیں تو بھی ہم مشرقی شعریات کے اس حصے کو جو Text پر زور دیتا ہے اس کا حق دینے کے روادار نہیں۔اگرچہ لکھنوی شعرا کی بے اعتدلیوں نے ہمیں صنائع بدائع سے دور کر دیا لیکن آج بھی بندشِ الفاظ میں اگر کوئی لفظی یا معنوی صنعت از خود آجائے تو وہ قابل تحسین ہے۔بقول شاد عظیم آبادی:

دُرِ مضموں کوئی یوں گوندھ لے اے شاد مشکل ہے
سلیقہ انتہا کا چاہیے، موتی پرونے میں

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی، اِسلام آباد

شمس الرحمٰن فاروقی نے (شعر شور انگیز میں) ایک بات بڑی پتے کی کہی ہے کہ میرؔ کو سمجھنے کیلئے اگر لغت کھولیں تو اکثر معانی جو ایک لفظ کے ذیل میں آتے ہیں لغت کے ان ذیلی معانی کی جھلک ہمیں میرؔ کے اکثر اشعار کی تہہ داری میں نظر آتی ہے۔ میرے خیال میں ان ذیلی معانی کے ساتھ اگر صنائع بدائع کو بھی شامل کر لیا جائے تو معنوی امکان اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ میرؔ ایسے شاعر نہیں جنہوں نے عمداً صنعت نگاری کی ہو، اس کے لئے ہمیں دریائے اعظم کی باقاعدہ غواصی کرنا پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔ میرؔ کا ایک مطلع ہے:

ہر جزر و مد سے دست و بغل اُٹھتے ہیں خروش ؎
کسی کا ہے راز بحر میں یارب کہ ہیں یہ جوش

صنعت گری کو صرف لفظی بازی گری سمجھ لیا نہ صرف متن کے ساتھ زیادتی ہے بلکہ اس سے معنی کا بھی خون ہوتا ہے۔ صنعت گری اصل میں لفظوں کی ساخت میں چھپا ایک معنیاتی نظام ہیں، متن میں لفظ کہیں بھی پڑا ہو اس کا کسی دوسرے لفظ کے ساتھ کوئی نہ کوئی رشتہ ہوتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس رشتے کو تلاش کریں یہی وہ دھاگہ ہے جس سے معنی کے موتی پروئے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں کلامِ میرؔ سے چند صنعتوں کے نمونے دیے جاتے ہیں۔

## صنعت ادماج:

پورے کلام کے دو معنی ہوں اور تصریح دوسرے معنی کی نہ کی ہو۔

دولت اس کی موج زن جیسے محیط ؎
خاک بر سر مدعی جیسے سراب

## صنعت استتباع / المدح الموجہ

ممدوح کی تعریف اس طور پر کریں کہ اس سے ضمناً دوسری تعریف اور ثابت ہوتی ہو۔

تو ہے کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکھا ؎
بت توڑ توڑ شرک کی صورت دیے مٹا

اس سے دو مدح نکلیں ایک بتوں کا توڑنا دوسرے شرک کا مٹانا۔

## صنعت استخدام

شعر میں ایسا لفظ استعمال کرنا جس کے دو معنی ہوں۔ مگر شاعر کی مراد ایک خاص معنی سے ہو لیکن ضمیر کے معنی خیز استعمال کی وجہ سے دوسرے معنی بھی لیے جا سکیں۔ ایہام میں بھی ایک لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں مگر شک بر قرار رہتا ہے۔ اس طرح استخدام ضمیر کے چابک دست استمال کا کرشمہ ہوتا ہے:

ے   کشتہ ہوں میں تو شیریں زبانی یار کا
اے کاش وہ زبان ہو میرے دہن کے بیچ

صنعت اشتقاق کی دو صورتیں ہیں۔ میرؔ کے ہاں دونوں ملتی ہیں۔

## صنعت اشتقاق

کلام میں ایک اصل کے چند لفظ لانا اس طرح کہ ان لفظوں میں اصل کے حروف ترتیب وار موجود ہوں اور اصل میں جو معنی ہیں ان میں بھی باہم وہ اتفاق رکھتے ہوں۔

ے   ہیں صید گہ کے تیری صیاد کیا نہ دھڑکے
کہتے ہیں صید جو ہے، بے جان ہے ہمارا

---

ے   طرح خوش ناز خوش اس کی ادا خوش
خوشا ہم جو نہ رکھے ہم کو ناخوش

## صنعت شبہ اشتقاق

ایسے لفظ لائے جائیں جو بظاہر نوعیت اشتقاق کی رکھتے ہوں اور در اصل اُن کا ماخذ علیحدہ ہو۔

ے   دشمنوں کے روبرو دشنام ہے
یہ بھی کوئی لطف بے ہنگام ہے

---

ے   ماہ سے ماہی تلک اس داغ میں ہیں مبتلا
کیا بلائے جان ہے میرا تمہارا حال کچھ!!

## صنعت الحاق الجزی بالکلی

اطلاق کل کا جزو پر تعظیم کیلئے کرتے ہیں۔

ے   سنیو یارو بلا سرائے کا حال
ایک لچا ہے وہ عجائب مال

بلاسرا ے کو مجموعہ عجائب ہونے کی وجہ سے عجائب کہا۔

## صنعت الہزل الذی یرار بہ الجد

ہذل۔ بیہودہ۔ جد۔ ہزل کی ضد۔ ایسی ہزل جس سے جد مقصود ہو۔

ے دنیا کی نہ کر تو خواستگاری
اُس سے کھیو بہرہ ورنہ ہوگا
آخانہ خرابی اپنی مت کر
قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

## صنعت ایرادالمثل/ارسال المثل

ے شکوۂ آبلہ ابھی سے میرؔ
ہے پیارے ہنوز دلی دور

## صنعت ایہام تضاد

کلام میں دو معنی ایسے جمع کئے جائیں جن میں باہم تضاد و تقابل نہ ہو لیکن جن الفاظ کے ساتھ ان کو تعبیر کیا جائے ان کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے۔

ے چار دیواری سو جگہ سے خم
تر ذرا ہو تو سوکھتے ہیں ہم

خوف کھانے کو سوکھنے سے تعبیر کیا ہے اس لیے تر ہونے میں اور اس میں تضاد ہو گیا۔

## صنعت ایہام/توریہ

کلام میں دو معنی ہوں۔ ایک قریب کا دوسرا دور کا۔ شاعر کی مراد معنی بعید ہوں قاری کا ذہن قریب جائے۔

ے جو یہ دل ہے تو کیا سرانجام ہو گا　　تہ خاک بھی خاک آرام ہو گا
ے چمن میں گل نے جو کل دعویٔ جمال کیا　　جمال یار نے منہ اس کا خوب لال کیا
ے کعبے میں جاں بلب تھے ہم دُوریِ بتاں سے　　آئے ہیں پھر کے یاروا ب خدا کے ہاں سے

خدا کے ہاں سے پھر کر آنے کے دو معنی ہیں ایک قریب اور وہ بیت اللہ سے واپس آنا ہے۔ دوسرے بعید اور وہ جاں بلب ہو کر جی جانا ہے اور یہاں یہ دوسرے معنی مراد ہیں نہ کہ پہلے۔ اور پہلے معنی کے مناسب کعبہ ہے۔

## صنعت ایہام تناسب

دو لفظ ایسے بیان کریں کہ انکے معنی میں کچھ مناسبت مقصود نہ ہو لیکن اُن میں سے ایک لفظ کے اور معنی ایسے بھی ہوں کہ دوسرے لفظ کے معنی سے مناسبت رکھتے ہوں۔

ے بید سا کانپتا تھا مرتے وقت
میرؔ کو رکھیو مجنوں کے تکیے

اس شعر میں درخت مشہور اور مجنوں کے معنی یعنی عاشق لیلیٰ کو باہم جمع کیا ہے اور ان دونوں میں کچھ مناسبت نہیں لیکن مجنوں کے دوسرے معنی یعنی ایک قسم بید کی جس کو بید مجنوں کہتے ہیں بید کے ساتھ البتہ مناسبت رکھتی ہے۔

## صنعت تاکید المدح بمایشبہ الذم

تعریف کی تاکید ایسے لفظوں کے ساتھ کرنا کہ وہ ہجو سے منا بہت رکھتے ہوں) اس کی ایک قسم ہے کہ کسی چیز میں سے تمام بُری باتوں کو نفی کی جائے جس سے اس کی مدح ہو۔

ے سب چاہتے ہیں رشد مرایوں تو پراے میرؔ
شاید یہی اک عیب ہے مانع کہ ہنر ہے

## صنعت تاکید الذم بمایشبہ المدح

ہجو کی تاکید ایسے لفظوں کے ساتھ کرنی کہ وہ مدح سے مشابہت رکھتے ہو۔

i) کسی شے کی اچھائی کی نفی کی جائے جس سے ہجو ثابت ہو۔

ے کہے ہر اک کو دینے سو سو بار
پرندے جز فریب تا دہ سال

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہے شاعر نے اول اُس شخص سے جس کا ذکر اوپر کے شعروں میں ہے تمام ان چیزون کے دینے کی نفی کی جن کے دینے کے لئے ہر اک کو سو سو بار کہتا ہے پر ان چیزوں میں سے فریب کے دینے کو مستثنیٰ کر لیا جب استثنا کو ذکر کیا تو متوہم ہوا کہ شاید اس کے ذریعہ سے اُن چیزوں میں سے جن کے دینے کی نفی کی ہے کسی چیز کا دینا ثابت کرے گا۔ اور جب فریب کا ذکر کیا تو فی نفسہ مذمت نکلی فریب کا ان چیزوں میں سے ہونا محال ہے جن کو دینے کا وہ ہر ایک کو سو سو بار وعدہ کرتا ہے۔ پس فریب کو ان چیزوں میں سے بتا کر اُسکے دینے کو ثابت

کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہے۔ اس لیے شاعر کے اس قول کے۔ مصرع

ع پرندے جز فریب تا دہ سال

یہ معنی ہیں کہ وہ جن چیزوں کو دینے کیلئے سوسو بار کہتا ہے ان میں سے مطلقاً کوئی چیز نہیں دیتا مگر فریب دیتا ہے اگر فریب ان چیزوں میں داخل ہو لیکن فریب کا ان چیزوں میں داخل ہونا محال ہے تو اس صورت میں اُن چیزوں کے دینے کا ثبوت اسکی نسبت بھی محال ہے جن کے دینے کیلئے وہ کہتا ہے کہ اس طرح مذمت کا ثابت کرنا ایسا ہے۔ جیسے دعوے کے ساتھ گواہوں کا موجود ہونا۔

(ii) دوسری صورت تاکید الذم بمایشبہ المدح کی یہ ہے کہ اول کسی شے کی مذمت کی جائے پھر استثنا کا کوئی حرف مذکور ہو۔ اُسکے بعد اور برائی کا ذکر کریں اور بظاہر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہ جاتا ہو کہ آگے کوئی تعریف بیان کی جائے گی۔ لیکن وہ جملہ بھی ہجو کا ہو۔ اس ضمن میں اس بند کا مصرع چہارم ملا خطہ ہو۔

ے در پہ عمدوں کے روز و شب شرو شور صرف یک سر فریب و رشوت خور
بے لیے دیکھیں نے کسی کی اور مردہ شو پر وہ سب کفن کے چور
رحمتہ اللہ بر اوّلیں بناش

سوہجو ہے اُس کے بعد ''پر'' حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہ گیا کہ اس کے بعد کوئی جملہ تعریف کا ہوگا۔ لیکن وہ بھی ہجو نکلا چونکہ اثبات سے استثنا نفی ہوتا ہے۔ تو جب یہ بیان کیا کہ وہ سب کفن کے چور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ شاعروں عمدوں میں ایک اور عیب کہ وہ کفن کا چرانا ہے ثابت کرنا چاہتا ہے۔

(iii) تیسری صورت تاکید الذم بمایشبہ الذم کی جو شعرائے فارسی وار دو نے اس صنعت میں تعریف کر کے نکالی ہے اور وہ یہ ہے کہ اول ایک شے کی تعریف وخوبی بیان کریں پھر دوسری تعریف اس کے ساتھ ایسی شامل کریں جس سے وہ صفت مدح بالکل ہجو و مذمت ہو جائے۔

ے ایک مدت تھی آج کل پر بات اب تو ہے صبح اب ہوئی ہے رات
ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات جمع آدم میں اتنے کب ہوں صفات
مفتری و دروغی و محتال

مصرع سوم و چہارم سے صنعت ثابت ہوئی۔ مصرع پنجم میں جو صفات بیان ہوئیں ان سے بالکل ہجو ہو گئی اگر چہ ہجو نگاری میں سودا کو کمال حاصل تھا لیکن میؔر نے جس طرح اس صنعت کی ساری اقسام کو بطریق احسن

نبھایا ہے۔اس سے میؔر کی بھی ہجو نگاری میں شاعرانہ گرفت کا پتہ چلتا ہے بعض اوقات تو میؔر اس کے سرے واسوخت سے ملا دیتے ہیں۔

ے میؔر کیا بات اس کے ہونٹوں کی
جینا دو بھر ہوا مسیحا پر

## صنعتِ تجاہل عارفانہ

جان بوجھ کر انجان بننا یعنی کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی ناواقفیت ظاہر کرنا تا کہ اس کی تعریف میں مبالغہ کیا جا سکے۔

ے لطف اس کے بدن کا کچھ نہ پوچھو
کیا جانیے جان ہے کہ تن ہے

---

ے کیا جانوں دل کو کھینچے ہیں کیوں شعر میؔر کے
کچھ طرز ایسی بھی نہیں ایہام بھی نہیں

## صنعتِ تجنیس

صنعتِ تجنیس کی کئی شکلیں ہیں
ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

## تجنیس مرکب

ایک لفظ کو دو کلموں کی ترکیب سے حاصل کریں اور ایک لفظ مفرد ہو۔

ے نہ قشقل نہ سلی نہ سر خاب ہے
تمام اُنکے لو ہو سے سرخ آب ہے

## تجنیس زائد و ناقص:

ایک لفظ متجانس میں دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہو اور دوسرے میں کم۔

## ابتداء میں کمی و بیشی

ے کھول کر بال سادہ رو لڑکے
خلق کا کیوں وبال لیتے ہیں

ے کس کو مرے حال سے تھی آ گہی
نالہ شب سب کو خبر کر گیا

ے جی کو نہیں لاگ لا مکاں سے
ہم کو کوئی دل مکاں بہت ہے

ے دو چار روز آگے چھاتی گئی تھی کوٹی
ہجراں کا غم تھا کہ میں سختی سے جان ٹوٹی

## درمیان میں کمی وبیشی

ے زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میؔر
کس بھروسے پہ آشنائی کی

## تجنیس مضارع

الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف ہوں مگر شرط یہ ہے کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہ ہو۔

ے ترے لعل جاں بخش کو ہم نے بتلا
کیا آب حیواں کو پانی سے پتلا

## تجنیس لاحق

الفاظ متجانس کے بعض حروف میں اختلاف ہو مگر یہاں بھی شرط یہ ہے کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہ ہو۔ نیز الفاظ متواتر دامن دار یا دائرہ دار آئیں۔

ے کیا میں بھی پریشانی سے خاطر سے قریں تھا
آنکھیں تو کہیں تھیں دل نم دیدہ کہیں تھا

## اسی طرح تجنیس محرف متصل

ے سمجھے مرزا میؔر کو مرزا کو میؔر
نے وہ رگ زن جو نہ سمجھے شیر شیر

## صنعت تدارک واستدارک

شاعرمدح اس طرح کرے کہ گمان ہوکہ مذمت کرتا ہے پھر جان لیں کہ مدح کرتا ہے

ے سب چاہتے ہیں رُشدمرایوں توپرا ے میرؔ
شایدیہی ایک عیب ہے مانع کے ہنر ہے

## صنعتِ تدبیج

ے کیوں نہ ابر سیہ سفید ہوا
جب تلک عہد دیدۂ تر تھا

---

ے یاں کےسپیدوسیہ میں ہم کوجودخل ہےسواتنا ہے
رات کوروروصبح کیایادن کوجوں توں شام کیا
(تدبیج + تضاد + تکرار + عکس)

## صنعت ترجمۃ الفظ

ے موسم گل میں چمن کیسا پری میخانہ تھا
پھول جو تھا وہ کسی محبوب کا پیمانہ تھا

## صنعت تصلیف

تصلیف ،تصلّف سے ہے۔جس کےلغوی معنی ڈینگ مارنایاشیخی مارنا کے ہیں۔علم بدیع کی اصطلاح کے مطابق اِس صنعت سے مراد یہ ہے کہ شاعراپنے بارے میں نہایت مبالغہ اورتعلّی سے کام لے۔یعنی اپنے بارے میں شاعرانہ تعلّی یامبالغہ کرنا،صنعت تصلیف ہے۔مثلاً

ے سارے عالم میں ہوں مَیں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا !!

اِس شعرمیں میرؔ نے اپنی بات کوبطورسند پیش کرتے ہوئے کہاہے کہ وہ اپنےفکروفن کےاعتبارسے پوری دُنیاپرچھائے ہوئے ہیں۔

## صنعت تفریق

ایک نوع کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔

ے تجھ کو مسجد ہے مجھ کو مے خانہ
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

## صنعتِ تکریر مثنیٰ (تکرار)

ے عالم عالم عشق وجنوں ہے دنیا دنیا وحشت ہے
میں دریا دریا روتا ہوں صحرا صحرا وحشت ہے

---

ے بے دماغی، بے قراری، بے کسی، بے طاقتی
کیا جیے وہ جس کے جی کو روگ یہ اکثر رہیں

---

ے تجھ کو مسجد ہے مجھ کو مے خانہ
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

---

ے پتا پتا، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے!!
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

## صنعتِ تلمیح

ے قسم جو کھایئے تو طالعِ زلیخا کی
عزیز مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا

---

ے گرم ہیں شور سے تجھ حسن کے بازار کئی
اشک سے جلتے ہیں یوسف کے خریدار کئی

## صنعت تنسیق الصفات

کسی چیز یا شخص کا ذکر صفات متواترہ کے ساتھ خواہ مدح ہو یا مذمت۔

؎ کہ واں اک جواں تھا پر سرام نام
خوش اندام وخوش قامت وخوش خرام

## صنعت جمع

؎ یہ جو چشم پر آب ہیں دونوں
ایک خانہ خراب ہیں دونوں!

## صنعت جمع وتقسیم

؎ اک رہا مژگاں کی صف میں ایک کے ٹکڑے ہوئے
دل جگر جو میر دونوں اپنے غم خواروں میں تھے

## صنعت حذف

اس میں صرف قطع الالف ملاحظہ فرمائیں۔

؎ صحبتیں جب تھیں تو یہ فن شریف
کسب کرتے جنکی طبیعتیں تھیں لطیف

## صنعتِ حسن تعلیل

؎ شہر میں کس منھ سے آوے سامنے تیرے کہ شوخ
جھائیوں سے بھر رہا ہے سارا چہرہ ماہ کا

چاند کا معشوق سے شرما کر سامنے نہ آنا صفت غیر ثابت وممتنع ہے اور اس کے اثبات وامکان کے لیے چاند کے داغوں کو جھائیاں مان کر اس کی علت قرار دیا ہے۔

## صنعت ردالعجز

اس کی چار صورتیں ہیں۔

1- ردالعجز علی الصدر: اس کی بھی کئی اقسام ہیں۔علی الصدر مع التجنیس، علی الصدر مع التکرار، علی الصدر مع الا شتقاق، علی الصدر مع شبہ اشتقاق۔

2- ردالعجز علی الحشو: اس کی اقسام یہ ہیں۔علی الحشو مع التجنیس، علی الحشو مع التکرار، علی الحشو مع اشتقاق، علی الحشو مع شبہ اشتقاق وغیرہ۔

3- ردالعجز علی العروض اس میں بھی مع التجنیس، مع التکرار، مع الاشتقاق اور مع شبہ الاشتاق ہیں۔

4- ردالعجز علی الابتدا میں بھی یہی چار صورتیں ہیں۔ دیکھیں میؔر کے ہاں کیا صورت حال ہے۔

ردالعجز علی الصدر (جو لفظ صدر یعنی، جز و اول مصرع اول میں آیا ہو وہی عجز میں آئے)

میؔر کے اس شعر میں نہ صرف ردالعجز علی الصدر مع التکرار ہے بلکہ طباق سلبی (حرف نفی کے ساتھ تضاد) بھی ہے۔

ے پایا نہ یوں کہ کریے اس کی طرف اشارہ
یوں تو جہاں میں ہم نے اُس کو کہاں نہ پایا

اس شعر میں روالعجز علی حشو مع الاشتقاق بھی ہے اور ترصیع بھی۔

ے جس کے ہے پال تو نہیں قنات
جس کے ہے فرش تو نہیں فراش

## روالعجز علی الابتدا مع الاشتقاق

ے جہاں میؔر زیر و زبر ہوگیا
خراماں ہوا جب وہ محشر خرام

میؔر نے اپنی طباعی سے اس صنعت میں جدت بھی پیدا کی جس کا کوئی نام علم بدیع کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ میؔر نے یہ صنعت علیحدہ ہر مصرع میں لاکر نئی بات نکالی یعنی جز و اول و آخر مصرع اول یکساں اور جز و اول و آخر مصرع ثانی یک۔ گویا ہر مصرع کے جز و اول اور جز و آخر کو صدر و عجز قرار دے دیا ہے۔ مصرع ثانی میں روالعجز علی الابتدا اور مصرع اوّل میں ردالعروض علی الصدر ہے۔

ے آنت شیطان کی ہے اُس کی آنت
دانت اُس کا ہے ہاتھی کا سادانت

## صنعت ذوقافیتین مع الحاجب

دوقافیوں کے درمیان ردیف

ے کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا
کہیں دل میں جنون ہو کے رہا

## صنعت سیاق الاعداد

ع مرے ایک دل میں جو غم ہے یہ سو فزوں ہے نماز سے
نہ تو دس میں یہ نہ پچاس میں نہ تو سو میں ہے نہ ہزار میں

---

ع کعبے سو بار وہ گیا تو کیا!!
جس نے ہاں ایک دل میں راہ نہ کی

## صنعت طباق/تضاد

اس صنعت کو مطابقت، تطبیق، تکافو، تقابل ضدین، تناقض یا متضاد کہتے ہیں۔ اصطلاح میں، کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ھوں۔ خواہ دونوں اسم ہوں یا دونوں فعل یا دونوں حرف ہوں یا ایک اسم ہو اور ایک فعل۔ فعل کی مثال دیکھئے:

ع میرؔ اکثر عمر کے افسوس میں
زیر لب بالا لب ہے ہائے ہائے
(تضاد+تکرار)

حرف کی مثال دیکھئے:

ع ڈر سے اس شمشیر زن کے جوہر آئینہ ساں
سر سے لے کر پاؤں تک میں غرق آہن میں رہا

اس شعر میں 'سے' اور 'تک' حرف ہیں۔ ایک اسم اور ایک فعل کی مثال دیکھئے:

ع جینا کیا ہے جہان فانی کا
مرتے جاتے ہیں کچھ مرے کچھ تو

اس شعر میں 'جینا' اسم ہے اور 'مرنے' فعل ہے۔ اس صنعت کی دو اقسام ہیں۔

### ا۔ تضاد ایجابی

جب دونوں لفظوں میں بذات خود تضاد موجود ہو اور ان کے ساتھ حرف نفی نہ ہو۔ مثلاً:

ع جینا کیا ہے جہاں فانی کا
مرتے جاتے ہیں کچھ مرے کچھ تو

## ۲۔ تضاد سلبی

تضاد سلبی یہ ہے کہ دو الفاظ بذات خود متضاد نہ ہوں بلکہ ان میں سے ایک کے ساتھ حرف نفی استعمال کر کے تضاد کی کیفیت پیدا کی جائے اور وہ دونوں الفاظ ایک مصدر سے مشتق ہوں۔ ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ حرف نفی استعمال کر کے تضاد پیدا کیا جائے۔ مثلاً:

ے ہونا جہاں کا اپنی آنکھوں میں ہے نہ ہونا
آتا نہیں نظر کچھ جاوے نظر جہاں تک

اس شعر میں خوبی یہ ہے کہ۔ ہونا کے ساتھ نہ ہونا۔ تو ہے ہی۔ نہیں نظر اور نظر میں بھی طباق سلبی ہے اور بیک وقت نہ اور نہیں دونوں کا استعمال ہے۔

## صنعت لف ونشر (مرتب)

ے شرکت شیخ و برہمن سے میر
کعبہ و دیر سے بھی جایئے گا

شیخ کی مناسبت کعبہ ہے اور برہمن کی مناسبت دیر ہے۔

## صنعتِ مبالغہ

ے میرے حضور شمع نے گریہ جو سر کیا
رویا میں اس قدر کہ مجھے آب لے گیا

---

ے آتشِ رنگ گل سے کیا کہیے
برق تھی آشیان پر آئی

## صنعت مراجعہ /سوال وجواب

ے کام میرا بھی ترے غم میں کہوں ہو جائے گا
کہتا ہوں تو کہتا ہے کہ یوں ہو جائے گا
کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات؟
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

## صنعت مراعات النظیر/تناسب/توفیق/ایتلاف/تلفیق

ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سوائے نسبت تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہوں۔

ے پتا پتا، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے!!
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

اس میں شعر طباق سلبی بھی ہے۔

ے اُگتے تھے دستِ بلبل و دامانِ گل بہم
صحنِ چمن نمونۂ یوم الحساب تھا

---

ے ذکرِ گل کیا ہے صبا اب کہ خزاں میں ہم نے
دل کو نا چار لگایا ہے خس و خار کے ساتھ

## صنعت مزادجہ

دو معنی شرط و جزا میں ایسے واقع ہوں کہ جو امر پہلے معنی پر مرتب ہو وہی دوسرے پر بھی ہو۔

ے اچھنبا ہے اگر چپکا رہوں مجھ پر عتاب آوے
دگر قصہ کہوں دل کا تو سنتے اس کو خواب آوے

چپکا رہنا اور دل کا قصہ کہنا دو معنی ہیں اور ان دونوں پر کسی شے کا آنا مرتب ہوا ہے یعنی اول پر عتاب آنا اور دوسرے پر خواب آنا۔

## صنعت مشاکلہ

دو چیزوں کا ذکر کرنا کہ ان دونوں کو ایک جگہ مذکور ہونے کی مناسبت سے ایک ہی لفظ سے تعبیر کریں۔

ے میں وہ رونے والا جہان سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

ابر کے برسنے کو رونے کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس لیے کہ رونے والے کے ساتھ اس کا مذکور ہوا ہے۔

## صنعتِ ہجوِ ملیح

ہجوِ ملیح بدائع معنوی کی ایک انتہائی لطیف صنعت ہے۔ اِس میں ہجو کا ضاعانہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ایسا کلام جس کا پہلا حصہ بصورت ہجو اور دوسرا حصّہ بصورت مدح ہو۔ اِس صفت کو محتمل الضدین کے قبیلے سے بھی سمجھا جاتا ہے مگر ہر کلام محتمل الضدین ہجوِ ملیح نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ محتمل الضدین عام ہے خواہ مدح و ہجو پیدا ہوتی ہو یا اور کوئی مضمون جو باہم تضاد رکھتے ہوں اور ہجوِ ملیح میں ہجو کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس صنعت کے تحت ہجو کا بیان اتنی باریکی اور لطافت سے کیا جاتا ہے کہ قاری پہلی نظر میں ہجو اور مدح کے فرق کو سمجھ نہیں سکتا۔ مثلاً:

یک بیک گر کسو کی موت آئی
اُس کے مُردے کی پھر ہے رسوائی
کیونکہ پہنچی ہے جن کو اُمرائی
سب وہ اولاد حاتم طائی
کون دیکر کفن اُٹھاوے لاش

مخمس کے اِس بند میں اولادِ حاتم طائی کا ٹکڑا بظاہر مدح کو بیان کرتا ہے۔ لیکن حقیقتاً اِس میں ''ہجو'' کی گئی ہے جو ہجوِ ملیح کی خوبصورت مثال ہے۔

## ضلع جگت

ے وہ دھوبی کا کم ملتا ہے میلِ دل اودھر ہے بہت
کوئی کہے اس سے ملنے میں اس کو کیا ہم دھولیں ہیں

میؔر کا مطالعہ اس کی لفظیات کے حوالے سے کرنا ایک اہم موضوع ہے، جس کا تفصیلی جائزہ کسی اور مضمون میں لیا جائے گا۔ اسلوبیاتی حوالے سے کلامِ میؔر کا مطالعہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ صنعت گری کو جدید لسانیاتی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ فرخی سیستانی کا شعر ہے:

ے فسانہ گشت و کہن شد حدیثِ اِسکندر
سخن نو آر کہ نو را حلاوتی ست دگر

صنعت گری کے ذیل میں صرف ایک مثال کافی ہے کہ انگریزی اصطلاح (Homonym) جو کہ متشابہات کے مترادف ہے جس میں ہم شکل، حرکات و سکنات میں ایک جیسے یا ہم صوت الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے،

اُردو میں متشابہات کی کئی اشکال ہیں جس میں سے ایک شکل تجنیس کی بھی ہے اور تجنیس کی بھی سترہ سے زیادہ اقسام ہیں اس حوالے سے دیکھا جائے تو اُردو کی وسعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور سچ پوچھئے تو کلامِ میؔر میں کئی ایسے موتی بکھرے پڑے ہیں صرف اس بحرِ زخار کی غواصی کی ضرورت ہے۔

❁❁❁

## اس مضمون کی ترتیب و تحقیق میں مندرجہ ذیل ماخذات سے مدد لی گئی ہے۔


۱۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر، شعر شور انگیز (جلد اوّل) نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۹۰ء

۲۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر، شعر شور انگیز (جلد دوم) نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۹۱ء

۳۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر، شعر شور انگیز (جلد سوم) نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۹۲ء

۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر، شعر شور انگیز (جلد چہارم) نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، بار دوم ۱۹۹۷ء

۵۔ میر، میر تقی، کلیاتِ میر، مرتبہ: عبدالباری آسی، لکھنؤ: نولکشور، ۱۹۴۱ء

۶۔ میر، میر تقی، کلیاتِ میر، مرتبہ: ڈاکٹر عبادت بریلوی، کراچی: اردو دنیا، ۱۹۵۸ء

۷۔ میر، میر تقی، کلیاتِ میرؔ (جلد اوّل) مرتبہ: کلب علی خاں فائق (طبع دوم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۶ء

۸۔ میر، میر تقی، کلیاتِ میرؔ (جلد دوم) مرتبہ: کلب علی خاں فائق (طبع دوم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۱ء

۹۔ میر، میر تقی، کلیاتِ میرؔ (جلد سوم) مرتبہ: کلب علی خاں فائق (طبع دوم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء

۱۰۔ میر، میر تقی، کلیاتِ میرؔ (جلد چہارم) مرتبہ: کلب علی خاں فائق (طبع دوم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۱ء

۱۱۔ میر، میر تقی، کلیاتِ میرؔ (جلد پنجم) مرتبہ: کلب علی خاں فائق (طبع دوم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۲ء

۱۲۔ میر، میر تقی، کلیاتِ میرؔ (جلد ششم) مرتبہ: کلب علی خاں فائق (طبع دوم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء

۱۳۔ نجم الغنی، بحر الفصاحت (جلد اوّل) لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء

۱۴۔ نجم الغنی، بحر الفصاحت (جلد دوم) لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۹ء